بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

مغربی جرمنی

اخبارِ احمدیہ

صلح-تبلیغ ۱۳۶۵ ہش

جنوری-فروری ۱۹۸۵ء

نگران: ملک منصور احمد عمر

مدیر: شمس الحق

خلافت لائبریری ربوہ

مجلس عرفان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال:- کیا وجہ ہے کہ مروّجہ اعداد و شمار کے مطابق آج بھی عیسائیت کے پیروکاروں کی تعداد سب مذاہب کی نسبت زیادہ تیزی سے بڑھ رہی ہے

جواب:- فرمایا! یہ ایک نہایت مشکل اور پیچیدہ موضوع ہے۔ عیسائیت کو ہم مختلف ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں اور وہ متواتر تنزل کیطرف جاتے ہوئے ایک دور میں داخل ہوئی اور اب آہستہ آہستہ صرف ایک تہذیب کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے اگر عیسائیت سے آپکی مراد یورپین تہذیب ہی ہے جسمیں انسان حضرت عیسیٰؑ کو خدا مان کر جو چاہے کر سکتاہے تو یہ عیسائیت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ عیسائیت اس دور میں علمی شعور کے عام ہونیکی بدولت تنزّل پذیر ہے۔ صرف ان چند علاقوں میں جہاں لوگ ابھی تک جاہل ہیں اور علم کی روشنی سے مستفید نہیں ہوئے وہاں عیسائیت پھیلتی نظر آرہی ہے لیکن ایسے علاقوں میں جہاں لوگ ذہنی طور پر بیدار ہیں وہاں عیسائیت ختم ہو رہی ہے۔ یہاں انگلینڈ میں عیسائیت نہ ہونے کے برابر ہے لیکن افریقہ اور ہندوستان کے دور افتادہ علاقوں میں جہاں لوگوں میں ابھی تک علمی شعور پیدا نہیں ہوا وہاں عیسائیت ابھی تک موجود ہے عیسائیت ایک اندھیرا ہے اور صرف اندھیروں میں اپنی ہستی کو برقرار رکھ سکتی ہے یہاں تک کہ افریقہ کے اُس حصہ میں جو علم کے نور سے منوّر ہے خود عیسائی ایسی کتابیں لکھ رہے ہیں جسمیں انہوں نے اس حقیقت کا اقرار کیاہے کہ عیسائیت صرف افریقنوں کے جذبات سے کھیلنے کا ایک ذریعہ تھی اب اس حقیقت کے انکشاف کے بعد وہ وہاں صرف ایک تہذیب کی صورت میں باقی رہ سکتی ہے لیکن بطور مذہب نہیں اسلیئے میں یہ بجا طور پر کہہ سکتا ہوں کہ وقت کے ساتھ ساتھ عیسائیت کا زور کم ہوتا جارہا ہے لیکن اسکے برعکس اسلام کا معاملہ بالکل مختلف ہے اگرچہ مسلمان بھی آہستہ آہستہ اسی راستے پر گامزن ہیں لیکن مسلمانوں میں سے ایک ایسی تحریک عالم وجود میں آئی ہے جسکی تعلیم اندھیرے اور روشنی میں یکساں اہمیت کی حامل ہے جو مذہب اور عقل میں مطابقت کے قائل ہیں اور جنکے نزدیک اللہ تعالیٰ کے الفاظ اور اُسکے کاموں میں ہم آہنگی ہے یہ مبارک تحریک

Nuur-Moschee · Babenhäuser Landstr. 25 · 6000 Frankfurt/M. 70 · Tel.: 06 9/681485

جماعت احمدیہ ہے جسکے پاس قرآن کریم کے ہر حکم کی تفصیل اور تشریح موجود ہے جو ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر سکتی ہے احمدیت ان لوگوں میں تیزی سے پھیل رہی ہے جن کا شعور بیدار ہے جنکے ذہن روشن ہیں۔ جن علاقوں کے لوگ جاہل اور فرسودہ خیالات کے مالک ہیں وہاں احمدیت کو دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ احمدیت کا راستہ ہی صحیح اور سیدھا ہے۔ قرآن کریم کی آیت کریمہ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

کے مطابق مذہب اور سچائی ایک روشنی ہے جب روشنی آتی ہے تو اندھیرے خود بخود دور ہو جاتے ہیں کیونکہ روشنی کے سامنے اندھیرا نہیں ٹھہر سکتا میں احمدیت کیلئے روشنی کے الفاظ اسلیئے استعمال کر رہا ہوں کہ روشنی کسی حالت میں روشنی کو ختم نہیں کرتی سچے مذہب کا معیار بھی وہی ہونا چاہیے جسکی بنیاد سچائی اور عقلی مشاہدات پر ہے جو مذہب انسانی مشاہدات کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو وہی صحیح مذہب ہے جس مذہب کو پہنچنے کیلئے اندھیروں کی تلاش ہو وہ سچا نہیں ہو سکتا اگر احمدیت کو اس معیار پر پرکھا جائے تو احمدیت کی خوبیاں سب کے سامنے آجائینگی موجودہ زمانے کے باشعور انسان کی تمام ذہنی گتھیاں سلجھانے کی گنجائش احمدیت میں ہے اسکے عقائد میں کوئی تضاد نہیں بلکہ شروع سے لیکر آخر تک یکسانیت ہے ہر قسم کی ذہانت کا آدمی احمدیت کی فلاسفی کو سمجھنے کے قابل ہے عالم اور ان پڑھ دونوں کیلئے احمدیت کے عقائد برابر ہیں اور یہ ایسی حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔

سوال :- قرآن کریم نے امتِ مسلمہ کو خیر امت کہا ہے اور چودہ سو سالوں سے مسلمان مساجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں اسکے باوجود وہ حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کر کے مغضوب علیہم میں کیوں شامل ہو گئے۔؟

جواب :- فرمایا۔ اس دور کے مسلمانوں کی مسجدوں کی حالت کا نقشہ آنحضرت صلعم نے چودہ سو سال پہلے ان الفاظ میں کھینچا تھا کہ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدَى یعنی اُسوقت کی مساجد بظاہر لوگوں سے بھری ہوئی نظر آئینگی لیکن حقیقت میں وہ راہِ ھُدیٰ سے بھٹک کر دور چلے گئے ہونگے آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر ہمیں بتا دیا تھا کہ انکی نمازیں اور انکی دعائیں اللہ تعالیٰ کی روشنی سے محروم ہونگی وجہ سے کوئی حقیقت نہیں رکھتیں اللہ تعالیٰ کی راہنمائی ونصرت کے بغیر اور اپنے مقاصد میں دیانتداری اختیار نہ کرنے کی وجہ سے انکی دعائیں بے فائدہ ہیں۔ پنجاب میں جاہل مائیں اپنے بچوں کو بیشمار گالیاں دیتی ہیں کہ خدا تمہیں دنیا سے اُٹھالے تو کیا انکی دعاؤں میں کوئی وزن ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں اس قسم کی بے معنی اور بلا مقصد دعائیں شرفِ قبولیت حاصل نہیں کرتیں۔ اسلیئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ دعا کی چند شرائط ہیں اگر ان شرائط کو پورا کرتے ہوئے ایک مشرک یا بُت پرست بھی سچے دل سے اور صحیح طریقے سے دعا مانگے گا تو اللہ تعالیٰ یہ جانتے ہوئے کہ یہ شخص مصیبت سے نکلنے کے بعد پھر اپنے مشرکانہ راستوں پر واپس چلا جائیگا اسکی دعا قبول کرے گا۔ پس دعا کی قبولیت کیلئے اللہ تعالیٰ نے جو شرائط رکھی ہیں انہیں پورا کرنیوالے کی دعا اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔ ورنہ نہیں۔

(منقول از ہفت روزہ "النصر" لندن مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۸۵)

بقیہ از صفحہ 7 تربیتی کلاسز (مغربی جرمنی)

میونخ :- رانا رفیق احمد بابر - عبد الصمد صابری - خورشید احمد - ارشد علی - خالد محمود - نثار حسن - سید مسعود علی شاہ بخاری - مبارک احمد ناصر - عبد الرؤف - عزیز احمد طاہر - عبد البصیر - سرفراز احمد - محمد فاروق - نصیر الدین مبشر خان - امجد علی - آصف محمود - محمود احمد - منور احمد ناصر - نذیر احمد -

تجنید مغربی جرمنی

مکرم عبد الرزاق صاحب مغربی جرمنی میں جملہ افرادِ جماعت کی تجنید کا کام مکمل کر رہے ہیں - جن جماعتوں یا افراد نے ابھی تک فہرستیں نہیں بھجوائیں - وہ ازراہِ کرم جلدی بھجوائیں - تمام مردوں کی تعداد بھی آنی ضروری ہیں (منتظم انچارج)

بیرونی ممالک کیلئے وقفِ جدید کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ فرمودہ لنڈن مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۸۵ء میں وقفِ جدید کی تحریک کو بیرونی ممالک کیلئے عام فرمایا ہے۔ احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ خلیفۂ وقت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اس تحریک میں فوری شمولیت اختیار کریں جو فوری رقم ادا نہیں کر سکتے وہ وعدہ جات کر سکتے ہیں جو کہ سال کے اندر ادا کرنا ہوگا۔ یاد رہے کہ وقفِ جدید کا سال جنوری تا دسمبر ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد خطبہ جمعہ میں فرمایا:۔

"آج سے اٹھائیس برس پہلے 1957ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے وقفِ جدید انجمن احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ یہ تحریک بنیادی طور پر دو اغراض سے جاری کی گئی۔ پہلی غرض تو یہ تھی کہ پاکستان کے دیہاتی علاقوں میں چونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ ہر جگہ ایک مربی کو تعینات کیا جائے اسلئے خصوصاً نئی نسلوں میں تربیت کی کمزوری کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوئے نہ صرف نئی نسلوں میں بلکہ تقسیم ہند کے بعد نوجوان بھی کئی قسم کی معاشرتی خرابیوں کا شکار ہوئے اور بنیادی طور دین کے مبادیات سے بھی بعض صورتوں میں وہ غافل ہو گئے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بشدت یہ محسوس کیا کہ جبتک کوئی ایسی تحریک نہ جاری کی جائے جسکا تعلق خالصتہً دیہاتی تربیت سے ہو اسوقت تک دیہاتی علاقوں میں احمدیت کے مستقبل سے متعلق ہم بے فکر نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ جب حضور نے اس تحریک کا آغاز فرمایا تو اولین ممبران وقفِ جدید میں خاکسار کو بھی مقرر فرمایا اور ابتدائی نصیحتیں جو مجھے کیں انمیں ایک تو دیہاتی تربیت کی طرف توجہ دینے کے متعلق ھدایت تھی اور دوسرے ہندوؤں میں تبلیغ کی خاص طور پر تاکید کی گئی تھی۔

حضور نے فرمایا کہ ہندوستان میں بھی وقفِ جدید قائم ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھا کام کر رہی ہے۔ حیدر آباد کے اردگرد اور پنجاب میں قادیان کے مضافات میں جو بیسیوں نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں وہاں زیادہ تر خدمت کی توفیق وقفِ جدید کو ہی ملی ہے لیکن ایک علاقہ تشنہ ہے اور وہ ہے شدھی کا پرانا کارزار جہاں کسی زمانے میں شدھی کی تحریک چلی تھی اور اسکے مقابلہ میں جماعت نے بہت ہی مؤثر کاروائی کی تھی حضور نے ہندوستان میں وقفِ جدید کو مضبوط کرنے اور پاکستان میں بھی پھیلتے ہوئے کام کو تقویت دینے کی غرض سے وقفِ جدید کی مالی تحریک کو پاکستان اور ہندوستان میں محدود رکھنے کی بجائے اسے ساری دنیا میں وسیع کرنے کا اعلان فرمایا

فرمایا :۔ "اس سے پہلے وقفِ جدید صرف پاکستان تک محدود تھی اور باہر سے اگر کوئی شوقیہ چندہ دینا چاہے تو اس سے لے لیا جاتا تھا لیکن کبھی تحریک نہیں کی گئی۔ لیکن اسکا چندہ اتنا تھوڑا ہے یعنی اسکا جو آغاز ہے چندے کا وہ اتنا معمولی ہے کہ باہر کی دنیا کے احمدیوں کی بھاری تعداد بسہولت اسمیں شامل ہو سکتی ہے انکو پتہ بھی نہیں لگے گا کہ ہم کوئی مالی قربانی میں اضافہ کر رہے ہیں اور اجتماعی طور پر اسکا فائدہ ہندوستان اور پاکستان کی وقفِ جدید کو نمایاں طور پر پہنچے گا"

حضور نے وقفِ جدید کی بڑھتی ہوئی ضروریات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ اگر باہر کی دنیا کو موقع ملے تو ایک عظیم الشان وقت کی ضرورت ہے جسکے پورا کرنے کی توفیق ملے

اور دوسرے یہ کہ کوئی وجہ نہیں کہ اگر باہر کے احمدی پاکستان اور ہندوستان کی دینی خدمتوں سے محروم رہیں جبکہ ہندوستان اور پاکستان کے احمدی کبھی بھی بیرونی خدمتوں سے محروم نہیں رہے بلکہ ساری دنیا میں جو احمدیت خدا کے فضل سے قائم ہوئی ہے اسمیں سب سے بڑا کردار سب سے نمایاں کردار پہلے ہندوستان کے احمدیوں نے اور پھر ہندوستان اور پاکستان کے احمدیوں نے ادا کیا تو باقی دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کو بھی یہ طلب ہونی چاہیئے طبعاً کہ ہم کیوں اِن علاقوں کی خدمت سے محروم رہ جائیں جنہوں نے ایک زمانے میں عظیم الشان قربانیاں کرکے ساری دنیا میں اسلام کا بول بالا کیا ہے تو اس قدرتی جذبے کا بھی تقاضا یہی ہے کہ ان تحریکوں کو ساری دنیا پر پھیلا دیا جائے۔ مثلاً انگلستان کیلئے میں سمجھتا ہوں کہ ایک پاؤنڈ فی آدمی دینا سال بھر کیلئے کوئی مشکل کام نہیں اور یہ جو کم سے کم معیار ہے اسمیں بچے ایک ایک پاؤنڈ دیکر شامل ہو سکتے ہیں اور بڑے اپنے شوق سے اسکو زیادہ دے سکتے ہیں۔

حضور نے اس امید کا اظہار فرمایا کہ ایک پاؤنڈ والے تو بکثرت انشاء اللہ تعالیٰ باہر کی جماعتوں میں پیدا ہو جائینگے اور ایسے خاندان بھی ہو سکتے ہیں جو اپنے ہر بچے کو اِس تحریک میں شامل کرلیں۔ فرمایا۔

"جن ملکوں میں پاؤنڈ کرنسی رائج نہیں ہے وہ اپنے حالات دیکھکر تخمینہ لگا کر پاؤنڈ کے لگ بھگ کوئی رقم مقرر کر سکتے ہیں مثلاً امریکہ ہے وہ دو ڈالر مقرر کرلے تو ایک پاؤنڈ سے تو کچھ زیادہ ہی ہے لیکن وہاں کی معیشت اور اقتصادیات کے تقاضے ایسے ہیں کہ دو ڈالر بھی انکے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتے اِسی طرح جرمنی والے مارکس میں مقرر کرلیں۔ اپنے اپنے ملکی حالات کے مطابق ایک تخمینہ لگائیں اور اسکے مطابق وہ فیصلہ کرلیں"

حضور نے اس ضمن میں فرمایا۔

"کوشش یہ ہونی چاہیے اسمیں کہ تعداد زیادہ ہو کثرت کے ساتھ احمدی بچے، عورتیں، بوڑھے اسمیں شامل ہوں اور رقم اتنی رہے عام چندے کے لحاظ سے کہ خاندانوں پر بوجھ نہ پڑے"

حضور نے اس سلسلہ میں مزید فرمایا "اس تحریک کے ساتھ میں نئے سال کا اعلان کرتا ہوں اور اس اعلان کے ساتھ میں یہ بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جماعت کی دیگر مالی ذمہ داریوں پر اسکا اثر نہیں پڑنا چاہیے اس شرط کیساتھ یہ تحریک کی جارہی ہے کہ کسی جگہ سے بھی یہ شکوہ نہیں پھر آنا چاہیئے کہ آپنے ایک اور تحریک کردی تھی اسلئے ہمارے فلاں چندہ میں کسی قسم کی کمی آگئی یا DIVERSION ہوگئی کسی طرف جسکے نتیجہ میں کمی آگئی ہے"۔

مزید فرمایا "ہر چندہ میں، ہر پہلو سے، ہر سال خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارا قدم آگے بڑھنا چاہیے اور یہ تحریک بھی اگر آپ اس روح کیساتھ جاری کرینگے اور اس روح کیساتھ اپنائیں گے تو میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپکے ایمان میں آپکے اخلاص میں ہی برکت نہیں ڈالے گا بلکہ آپکی مالی وسعتیں بھی بڑھائے گا اور پہلے سے زیادہ بہتر حال میں آپ اپنے آپ کو پائینگے۔" حضور نے آخر پر فرمایا۔

"امید ہے کہ ہر میدان میں جماعت حسب دستور، حسب روایات آگے ہی قدم بڑھائیگی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ دشمن کو ہمارا یہی جواب ہے کہ تم جتنا چاہو

(بقیہ ص۶ پر)

لائبریری

میونخ مشن کے زیرِ اہتمام VIECHTACH میں

تبلیغی نشست

میونخ مشن کے زیر اہتمام "Viechtach" میں جہاں پہلے سے ایک چھوٹی جماعت موجود ہے مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۸۷ بروز ہفتہ جرمنوں کیساتھ ایک میٹنگ ہوئی اس میٹنگ کے بارہ میں وہاں کے مقامی اخبار میں پہلے سے ایک اشتہار شائع کیا گیا تھا علاوہ ازیں زیرِ تبلیغ جرمنوں کو دو ہفتہ قبل دعوت نامے ارسال کئے گئے تھے۔ چنانچہ وقتِ مقررہ پر ہوٹل "Dschingen" میں اجلاس کی کاروائی کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم اور نظم سے ہوا جسکا جرمن ترجمہ بھی پیش کیا گیا۔ بعدازاں مہمان خصوصی (جوکہ ایک مقامی جرنلسٹ تھا) نے میٹنگ کی غرض وغایت بیان کی جسکے بعد مکرم عبدالباسط صاحب طارق مبلغ میونخ نے پینتالیس منٹ تک جرمن زبان میں "اسلام آزادی ضمیر اور امن کا پیامبر ہے" کے موضوع پر تقریر کی جسکے بعد مہمانوں کو سوال وجواب کی دعوت دی گئی۔

سچے نبی کی کیا پہچان ہے۔ جہاد کا حقیقی مفہوم قرآن کی رُو سے کیا ہے اسلام میں شراب کیوں ممنوع ہے۔ پاکستان میں احمدیوں کو کیوں ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ عام انسان بھی پیشگوئیاں کرتے ہیں پھر انبیاء اور ان میں کیا فرق ہوا۔ کیا جماعت احمدیہ کوئی نئی قسم کا اسلام دنیا میں پیش کرتی ہے۔ جب مسلمانوں کی اکثریت آپکو کافر قرار دیتی ہے تو آپ لوگ اسلام کی نمائندگی کا کیا حق رکھتے ہیں۔ الحمدللہ کے مذکورہ بالا سوالات کے مفصل اور تسلی بخش جوابات دئے گئے۔

یہ دلچسپ مجلس دو گھنٹے تک جاری رہی۔ اجلاس کے اختتام پر ایک میز پر جماعت احمدیہ کی طرف سے شائع کردہ جرمن لٹریچر اور قرآن کریم کی نمائش کیگئی۔ الحمدللہ ایک جرمن جو اعلے تعلیم یافتہ ہے جسکا نام EGON STUMPF ہے نے احمدیت قبول کرلی ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے سلسلہ کا مفید وجود بنائے

۱۹۸۵ کی بیعتیں

خدا تعالیٰ کے فضل سے گذشتہ سال مغربی جرمنی میں 18 قومیتوں کے 141-افراد نے بیعت کرکے احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں شمولیت اختیار کی۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک

جرمن	9	سیرالیونی	7
لبنانی	23	گھانین	6
مصری	2	نائیجرین	1
فلسطینی	3	سینیگالین	1
تیونسی	2	سپینش	1
ترکی	2	پاکستانی	76
مراکشی	1	انڈین (ہندو)	1
چاڈ	1	انڈین (سکھ)	1
امریکن	1	بنگالی	3

میزان = 141

خدا تعالیٰ کے فضل سے 1363 ھش (۱۹۸۴ء) میں مندرجہ ذیل گیارہ قومیتوں کے ۱۱۹ افراد نے بیعتیں کی تھیں۔
جرمن - لبنانی - ترکی - گھانین - پاکستانی - امریکین - فرانسیسی - اٹالین - یوگوسلاوین - سری لنکن اور چیکوسلاویکین۔
اس لحاظ سے گذشتہ سال مزید بارہ قومیتوں کے افراد نے بیعتیں کی ہیں۔ گویا دو سالوں میں خدا تعالیٰ کے فضل سے 23 قومیتوں کے کل 260-افراد نے بیعت کا شرف حاصل کیا ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

اگرچہ گذشتہ سال مغربی جرمنی بیعتوں کا ٹارگٹ پورا نہ کر سکا۔ تاہم خدا تعالیٰ کے فضل سے قدم ترقی کی طرف ہے اور پچھلے سال کی نسبت ۱۱۹ کے مقابلہ میں 141 بیعتیں ہوئیں گویا اللہ تعالیٰ نے 22 بیعتیں زائد عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ دن جلد لائے جب سارا جرمنی بلکہ ساری دنیا کی سب اقوام اسلام واحمدیت میں شامل ہوں۔ خدا تعالیٰ ہر فرد جماعت کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خواہش کی تکمیل میں حقیقی داعی الی اللہ بنائے اور حضور اقدس کے بتلائے ہوئے تبلیغ کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین

خاکسار
ملک منصور احمد عمر
مشنری انچارج مغربی جرمنی

(جاری از صفحہ 5) زور لگالو ایڑی چوٹی کا زور لگاؤ جو کچھ تمہاری راہ میں ہے خرچ کر ڈالو اپنے گھوڑے اپنے مال مویشی اپنی قوتیں اپنے لشکر سب جھونک دو مگر اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ جماعت احمدیہ کے حق میں ہمیشہ پورا ہوتے دیکھو گے کہ ہم تمہارے جلتے ہوئے دلوں کو دکھاتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جائیں گے ایک دن بھی ہم تم سے رکنے والے نہیں ہیں نہ رکیں گے نہ رک سکتے ہیں نہ کبھی ممکن ہے کہ خدا کی قومیں کسی میدان میں بھی آکر مات کھا جائیں یا پیچھے ہٹ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ آگے ہی بڑھاتا چلا جائے۔"

اعلانات

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ہالینڈ میں نئے مشن بمقام NUNSPEET کے افتتاح کے موقعہ پر خطبہ جمعہ میں احباب جماعت کو تحریک فرمائی تھی کہ وقفِ عارضی کی غرض سے ہالینڈ تشریف لائیں اور "NUNSPEET" میں مرکز بنا کر وقفِ عارضی کا کام کریں۔ اس بابرکت تحریک میں شمولیت کرنے والے درج ذیل ہدایات ملحوظ رکھیں:-

(1) وقفِ عارضی کا فیصلہ کر کے از خود واقفین ہالینڈ کیلئے روانہ نہیں ہونگے بلکہ پہلے سے وقفِ عارضی کی درخواست بوساطت امیر جماعت مرکز کو دینگے اور بعد از منظوری وقفِ عارضی کیلئے جائینگے۔

(2) مقامی طور پر واقفینِ عارضی برائے ہالینڈ ڈچ زبان سے تعارف حاصل کریں اور زبان سیکھنے کیطرف توجہ کریں۔

(3) واقفین عارضی امیر جماعت ہالینڈ کو رپورٹ کرینگے اور اپنی صوابدید پر نہیں بلکہ امیر جماعت کی ہدایت پر کام کرینگے۔

ناظم اعلیٰ انصار اللہ مغربی جرمنی کا تقرر:- مکرم عبد الغفور صاحب بھٹی کا تقرر بطور ناظم اعلیٰ انصار اللہ مغربی جرمنی کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ضروری اعلان:- احباب جماعت کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ مشن کی اجازت کے بغیر کوئی مذہبی کتاب، رسالہ، اخبار یا اشتہار وغیرہ طبع کرنے کی اجازت نہیں۔ (مشنری انچارج مغربی جرمنی)

جلسہ سالانہ انگلستان:- احباب جماعت کیلئے اطلاعاً عرض ہے کہ انگلستان کا جلسہ سالانہ مورخہ 25-26-27 (جمعہ، ہفتہ، اتوار) جولائی سنہ 1986 اسلام آباد لندن میں منعقد ہوگا۔ انشاء اللہ

یورپین اجتماع خدام الاحمدیہ:- انشاء اللہ العزیز یورپین اجتماع خدام الاحمدیہ اسلام آباد لندن میں مورخہ 22-23-24 (جمعہ، ہفتہ، اتوار) اگست سنہ 1986 منعقد ہوگا۔

تصحیح

1986 کے اہم ایام:- احباب تصحیح فرمالیں کہ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ مغربی جرمنی 8-9-10 مئی سنہ 1986 بروز جمعرات جمعہ ہفتہ فرانکفورٹ میں منعقد ہوگا انشاء اللہ

(بحوالہ اخبار احمدیہ دسمبر 1985)

رپورٹ تربیتی کلاسز مغربی جرمنی

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کیساتھ مورخہ 25 دسمبر تا 31 دسمبر 1985 مغربی جرمنی کے چاروں مشنز کے زیرِ اہتمام فرانکفورٹ کولون، ہمبرگ اور میونخ میں تربیتی کلاسوں کا انعقاد ہوا۔ علاوہ ازیں فرانکفورٹ میں جرمن بولنے والوں کیلئے ایک علیحدہ کلاس کا انعقاد بھی عمل میں آیا جسمیں ۱۵ مرد و خواتین نے شرکت کی۔ ان مشن ہاؤسز میں علی الترتیب 79، 39، 69 اور 31 کل و جزوقتی طلباء نے کلاس سے استفادہ کیا۔ چاروں مقامات پر درج ذیل تدریسی نصاب مقرر کیا گیا تھا۔

(۱) قرآن کریم (۲) حدیث (۳) فقہ (۴) علمِ کلام (۵) کتب حضرت مسیح موعودؑ (۶) جرمن زبان وغیرہ۔

چاروں مراکز کی تربیتی کلاس میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے اور کلاس میں شامل ہونیوالوں کے نام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

فرانکفورٹ: راشد محمود ملک۔ خواجہ محمد اسلم۔ رانا رفیق احمد۔ مولود احمد۔ لئیق احمد۔ عبد المجید محمد اکرم۔ طارق محمود شاہ۔ نفیس الرحمٰن سنوری۔ فاروق احمد ورک۔ عرفان احمد۔ انتخاب احمد۔ عمیر سعید مبارک احمد کاہلوں۔ شاہد محمود۔ نعمت اللہ خان۔ نصر اللہ خاں۔ مشتاق احمد محمود۔ عبد الرفیق احمد۔ شفیق احمد شیخ خالد محمود۔ مسعود جاوید۔ ارشد محمد چوہدری۔ منصور احمد۔ شاہد خالد۔ مشہود خالد۔ محمد مظفر باجوہ۔ مغفور احمد۔ طارق احمد۔ منور علی۔ انوار الدین۔ سمیع چوہدری۔

طالبات: فریدہ رشید۔ نورین محمود۔ ریحانہ۔ دردانہ مقصود۔ سمیرا مسعود۔ سمیرا مقصود۔ زاہدہ مسعود۔ یاسمین محمود خولہ خالد۔ رفیعہ صادقہ طاہر۔ درشہوار شازیہ۔ عفیفہ محمود۔ ثمینہ مقصود۔ منیرہ مقصود۔ نگینہ مقصود۔ بشریٰ احمد طلعت رحیم۔ امۃ الودود عائشہ عمر۔

جرمن کلاس: Orhan yalniz – Rabia yalniz – Jamila Ahmad – Nida-uz-Zafar Maryam Sethi – Awais Ahmad – Petra Schneider – und einige andere

ہمبرگ: افتخار احمد بھٹی۔ احسان اللہ۔ بشارت احمد۔ محمد اکرم۔ کلیم احمد۔ انوار احمد بھٹی۔ عثمان احمد افضال احمد۔ الطاف احمد۔ نصیر احمد باجوہ۔ طارق محمود۔ زاہد پرویز۔ عبد الغفار۔ مبشر احمد شاہین۔ منصور ناصر النصر محمود۔ محمود احمد۔ اللہ دتہ۔ محمد عارف۔ سغیر الدین بابر۔ مشتاق احمد۔ محبوب احمد۔ شاہد منصور۔ عبد الحیٔ ہارون رشید۔ سردار فضل الٰہی۔ عرفان احمد۔ محمد عباس۔ مبشر احمد طاہر۔ ملک سکندر حیات۔ الطاف قادر خالد۔ محمود رزاق سرفراز احمد خاں۔ شاہد احمد۔ شفیق احمد۔ محمد یوسف۔ ظہور احمد۔

طالبات:۔ جمیلہ بھٹی۔ نسیم الیاس۔ شہناز۔ طلعت منور۔ طاہرہ خان۔ نجمہ حفیظ۔ نبیلہ نعیم۔

کولون:۔ ظفر منصور ملک۔ مبین احمد۔ ابرار احمد۔ عبد الحیٔ۔ مقبول وسیم خالد۔ نذیر احمد۔ محمد نواز۔ محمد خان منصور احمد ملک۔ محمد ایوب۔ ایاز محمود خالد۔ عبد القدیر۔ مبشر احمد ججہ۔ محمد اسحٰق سلیمان۔ نعیم احمد۔ طارق محمود شوکت نواز۔ فاروق احمد۔ ساجد باجوہ۔ مبشر احمد چوہدری۔

طالبات:۔ عائشہ سلمیٰ۔ حفیظ نفیسہ۔ امۃ الحیٔ۔ امۃ المتین۔ اہلیہ چوہدری محمد اسلم۔ اہلیہ طارق محمود چوہدری اہلیہ چوہدری مبشر احمد۔ اہلیہ چوہدری شوکت نواز۔ اہلیہ رانا محمد خالد۔

(بقیہ صفحہ 2 پر ملاحظہ فرمائیں)

خدام الاحمدیہ کا صفحہ

خوشخبری:- مجلس خدام الاحمدیہ مغربی جرمنی کارکردگی کے لحاظ سے بیرونی مجالس میں سال 84-1983 میں اوّل قرار پائی ہے یہ خدا تعالیٰ کا فضل اور خدام کی کاوشوں کا نتیجہ ہے تمام کارکنان اور خدام مبارکباد کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں آئندہ بھی اس اعزاز کو برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ یاد رہے کہ سال 83-1982 کے دوران بھی مجلس خدام الاحمدیہ مغربی جرمنی اوّل آئی تھی۔ (نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی)

رپورٹ دورہ جات

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق اور اسکے فضل کیساتھ نیشنل قائد صاحب اور بعض نیشنل ناظمین نے خدام کی کارکردگی کا جائزہ لینے کیلئے مختلف مجالس کا دورہ کیا خدام کو انکی ذمہ داریوں کیطرف توجہ دلائی گئی نیز تبلیغی و تربیتی امور کے متعلق ھدایات دی گئیں متعدد نئی مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا نیشنل ناظمین نے اپنے متعلقہ شعبہ جات کے بارے میں خدام کو ھدایات دیں۔ قائدین کرام اور خدام دورہ جات کے دوران اپنے ہر ممکن تعاون کی وجہ سے شکریہ کے مستحق ہیں جزاکم اللہ احسن الجزاء

درج ذیل مجالس کا دورہ کیا گیا۔

۲ تا ۴ نومبر ۱۹۸۵ :- ھنوور ۔ کیل ۔ بریمن ۔ ہمبرگ

۲۲۔ تا ۲۴ نومبر ۱۹۸۵ :- مان ہائم ۔ کارلزروہے ۔ کائزرزلاؤٹرن ۔ وائسن ہائم ہائیڈل برگ ۔ ہائل برون ۔ ہیننگ ہائم ۔ بوبلنگن ۔ شٹٹ گارٹ

مجالس کی دوڑ

KÖLN :- پیغام حق پہنچانے کے سلسلہ میں 20 خدام نے وقت دیا

D :- گیارہ خدام نے حضور اقدس کی خدمت میں دعائیہ خطوط لکھے

NÜRNBERG :- پانچ 5 خدام نے آٹھ 8 افراد کی عیادت کی۔

WEISENHEIM :- سات 7 خدام نے پیغام حق پہنچایا۔ زیر تبلیغ افراد کی تعداد 7 ہے

GÖTINGEN :- ایک تبلیغی سٹال لگایا گیا۔ دو سو 200 کی تعداد میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

FRANKFURT :- ۲۲ دسمبر ۱۹۸۵ کو پہلی 25 کلومیٹر لمبی MARATHONE ریس منعقد ہوئی یہ ریس مسجد نور سے ناصر باغ تک تھی۔ ریس میں اوّل شفیق احمد شریف دوم محمد اکرم سوم مقصود احمد آئے

AUGSBURG :- اجلاس منعقد کیا گیا جو صرف اور صرف نماز کی اہمیت کے متعلق تھا

شعبہ اعتماد :- قائدین مجالس ہر ماہ کی دس تاریخ تک ماہانہ رپورٹ کارکرگی باقاعدگی سے ارسال کیا کریں۔

شعبہ مال :- جن خدام نے ابھی تک تحریک "ایوان خدمت" میں حصہ نہیں لیا وہ پچاس 50 مارک کم از کم ادا کر کے اس تحریک میں شامل ہوں۔ چندہ مجلس بمع سٹیٹمنٹ ہر ماہ کی دس تاریخ تک ارسال کر دیا کریں۔

شعبہ اصلاح وارشاد :- کیا آپ باقاعدہ تبلیغ کرتے ہیں؟

شعبہ تعلیم و تربیت :- قائدین کرام کو نماز کے متعلق ایک سرکلر جاری کیا گیا تھا۔ ہر پندرہ دن بعد اسکی رپورٹ نیشنل قیادت کو ارسال کریں۔

شعبہ اشاعت :- رسالہ "مشکوٰۃ" کے خریداروں کے نام اور رقوم قادیان ارسال کی گئی ہیں انشاءاللہ جلد ہی مشکوٰۃ خریداران تک پہنچ جائے گا۔

ولادت :- مکرم لئیق احمد صاحب منیر مبلغ سلسلہ ہمبرگ کو اللہ تعالیٰ نے 23/1/86 کو تیسرا فرزند عطا فرمایا ہے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے نومولود کا نام خلیق احمد منیر رکھا ہے۔

(۲) مکرم چوہدری مقصود احمد صاحب فرانکفورٹ کو خدا تعالیٰ نے 10/1/86 کو فرزند عطا فرمایا ہے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ظفر سعید نام تجویز فرمایا ہے خدا تعالیٰ ہر دو نومولودان کو نیک، خادم دین اور والدین کیلئے قرۃ العین بنائے۔

گمشدگی رسید بک :- جماعت احمدیہ IDAR-OBERSTEIN کی رسید بک ع 77 جسمیں سے 3801 تا 3806 نمبر تک رسیدیں کاٹی گئی تھیں، گم ہو گئی ہے۔ احباب جماعت محتاط رہیں اور اس رسید بک پر چندہ ادا نہ کریں۔ (نیشنل سیکرٹری مال)

سیّد عبدالحی

پردہ کی تاریخ

ماضی کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ کا رواج حضرت مسیح علیہ السّلام کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل بھی موجود تھا۔ خصوصًا مشرق وسطیٰ کے ممالک میں اسے حیا اور پاکدامنی کے نشان کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ جیوش انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے:۔

"زمانہ قدیم سے پاکدامنی اور باعصمت ہونے کے نشان کے طور پر شادی شدہ عورتیں اجنبیوں کے سامنے اپنا چہرہ نقاب سے ڈھانپ لیتی تھیں۔"

عورت کی فطرت میں حیا کا پہلو ہمیشہ غالب رہا ہے اور جب تک کوئی خارجی مؤثر اس کی اس فطری خاصیت کو تبدیل نہ کر دے۔ یہ اس میں ہمیں آج بھی نظر آتی ہے اور آج سے ہزاروں سال پہلے بھی۔ اسلام نے بھی پردہ کے احکامات کا فائدہ ذٰلک ازکی لھن۱ؔ بتایا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں فرماتا ہے۔ ذٰلکَ ادنیٰ انی یعرفن فلا یوذین اور ویطھرکم تطھیرًا۔ گویا دفع ایذا و شر اور تزکیہ۔ حجاب کے دو بڑے فوائد ہیں۔ جن کے حصول کے لئے اسلام اپنی تعلیم میں حجاب کا حکم دیتا ہے۔

پردہ کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ تمام وہ اقوام جنہوں نے عورت کو اس کا صحیح اور فطری مقام دیا۔ اُن میں پردہ کا رواج تھا۔ ترقی پذیر اقوام کے مفکرین ہمیشہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں . . . . کہ مرد و زن کا آزادانہ اختلاط لازمی طور پر بدعواقب پر منتج ہوتا ہے اس لئے انہوں نے ایسے قوانین بنائے جن کی رُو سے مرد و زن کا اختلاط کم سے کم ہو سکے انہوں نے عورت کو اس کے فطری فرائض یعنی اولاد کی تربیت اور گھر کی نگرانی سپرد کئے اور مرد کے ذمہ کسبِ معاش کا فریضہ لگایا۔ اور جب تک وہ اس پر عمل پیرا رہے۔ ارتقا کی طرف گامزن رہے اور جب بھی کسی معاشرہ نے مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو رواج دیا اور عورت کے فطری حجاب کو بالائے طاق رکھ دیا۔ تو ایک قلیل عرصہ میں وہ قوم بداخلاقی کے سیلاب میں غرق ہو گئی۔ اور ان کی تمام اعلیٰ قوتیں جنسی رجحانات کے غلبہ کی وجہ سے ضائع ہو گئیں۔ ان کے قوائے فکر منتشر ہو گئے۔ اور نہایت ہی قلیل عرصہ میں وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔

اس نظریئے کو غلط ثابت کرنے کے لئے موجودہ مغرب کی مثال پیش کی جا سکتی ہے جس میں عورت کو بالکل بے حجاب کر دیا گیا ہے اور پھر بھی وہ ترقی کی طرف گامزن ہے۔ مگر مغربی تہذیب کے اندر

۱ؔ۔ سورۃ احزاب

وہ کر اس امر کا احساس ہوتا ہے کہ ان کا کوئی فرد بھی اس زندگی سے مطمئن نظر نہیں آتا۔ بے حجابی کی وجہ سے پیدا ہونے والے عواقب نے ان کے معاشرہ میں بے چینی اور بے اطمینانی کی فضا پیدا کر دی ہے۔

کسی تمدن کی پہلی کڑی اس کا خاندانی اور عائلی نظام ہوتا ہے یورپ کے گھریلو حالات کا اندازہ ان روزمرہ خبروں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ جن میں میاں بیوی کے جھگڑے طلاق کی صورت پر منتج ہوتے ہیں۔ عیسائیت میں طلاق سے سختی سے روکا گیا ہے۔ مگر مغربی ممالک میں حکومتیں مجبور ہو گئی ہیں کہ وہ طلاق کے قوانین جاری کریں۔ اسلئے ہمیں ابھی ذرا انتظار کرنا چاہیئے۔ اور اب جب کہ اس ملک کے دوربین نگاہ لوگ بھانپ چکے ہیں کہ ان کے یہ گھریلو حالات بہت جلد ان کے قومی اور ملکی حالات پر اثر انداز ہوں گے اور پھر وہ زوال کی طرف مائل ہونگے[1]
"Communism and the Conscience اپنی کتاب "FULTON.J.SHEEN"
"of the West" میں لکھتا ہے:" امریکہ کی گھریلو زندگی میں جس قدر ہیجان اس وقت پایا جاتا ہے اس کی مثال اس ملک کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ اپنی قوم کے متعلق ہر پہلو سے ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنا ہو۔ تو اس کی گھریلو زندگی کو دیکھ لیجئے۔ جو حالت آپ ایک متوسط گھرانے کی پائیں وہی حالت پورے امریکہ کی لیجئے۔"

آپ جانتے ہیں یہ ہیجان کیا ہے اور اس کی پیدائش کے کیا اسباب ہیں؟ آزادانہ اختلاط۔ باہمی رقص و سرود کی محفلیں اور مخلوط کلبیں۔ اور اسلامی اصطلاح میں یوں کہہ سکتے ہیں حجاب کی غیر موجودگی ہی اس ہیجان کی محرک ہے۔

ان کی اس گھریلو پریشانی اور بے راہ روی کا اثر قوم و ملک پر کس طرح پڑے گا، اور کس طرح ان کی یہ بے راہ روی ان کی قومی تباہی کا باعث ہوگی؟ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے یہی مصنف لکھتے ہیں:۔

"اگر ایک متوسط گھر کے میاں بیوی ایک دوسرے سے وفاداری نہیں برت رہے تو جان لیجئے کہ امریکہ اٹلانٹک چارٹر اور چار آزادیوں کی پابندی پر استوار نہیں ہے اگر گھروں کے اندر جان بوجھ کر قصداً بچوں کی پیدائش کو روکا جا رہا ہے۔ تو قوم میں لازماً یہ ذہنیت پرورش پائے گی۔ کہ وہ قیمتوں کو برقرار رکھنے کی خاطر

---

[1] حال ہی میں انگلستان کے ایوانِ سیاست میں کرسٹن کیلر کے کردار نے جو تزلزل برپا کیا ہے اس سے قارئین واقف ہیں۔ (ادارہ)

فصلوں کو برباد کرے۔ قہوہ کو سمندر برد کرے۔ اور زندگی کو اس کی فطری نہج پر حرکت کرنے سے روکے۔ اگر گھر کے اندر میاں بیوی خود غرضی سے کام لے رہے ہیں ایک دوسرے کے مفاد اور احساسات کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ اور یہ بھول گئے ہیں۔ کہ ان میں سے ہر ایک کی خوشی اور بھلائی کا انحصار دوسرے کی خوشی اور بھلائی پر ہے تو آپ کے ملک میں سرمایہ اور محنت کے درمیان وہ صورت پیدا ہو کر رہے گی۔ جو گھر کے اندر میاں اور بیوی کے درمیان پیدا ہو چکی ہے اور وہ سوسائٹی کو اس کے اجتماعی امن اور اس کی محنتوں کے پھل سے اسی طرح محروم کر دے گی۔ جس طرح میاں اور بیوی نے گھر کو ان سے محروم کر رکھا ہے۔ اگر اپنی گھریلو زندگی میں میاں اور بیوی ایک دوسرے کو غیروں سے آنکھ لڑانے کی گنجائش دیتے رہے ہیں تو ہماری قوم لازماً ایک ایسی قوم میں تبدیل ہو جائے گی جس کے اندر بیرونی فلسفے اور نظریات آنکھیں اور وہ قوم اور ملک سے لوگوں کی وفاداری کو اس طرح ختم کر دیں جس طرح اشتراکیت ہر ملک میں ان کو ختم کر رہی ہے۔ اگر ایک امریکی گھر کے اندر میاں اور بیوی خدا سے آزاد اور بے نیاز ہو کر زندگی بسر کر رہے ہیں تو پورے امریکہ میں ضرور وہ لوگ برسرِ اقتدار آئیں گے۔ جو الحاد اور دہریت کو قومی پالیسی کے طور پر اختیار کرنے پر زور دیں۔ قومی زندگی کے بناؤ اور بگاڑ کا سارا انحصار گھر کی زندگی کے بناؤ اور بگاڑ پر ہے۔ گھر ہی قوم کی زندگی میں فیصلہ کن ادارہ کی حیثیت رکھتا ہے جو کچھ آپ کے گھروں میں ہوگا۔ وہی کچھ آپ کی عدالتِ عالیہ میں ہوگا۔ جیسی ہمارے گھروں کے اندر کی زندگی ہوگی۔ بعینہٖ اسی طرح ہماری اجتماعی زندگی ہوگی۔ جب ہمارے ملک کے ۳۰ بڑے شہروں میں طلاقوں کی شرح اس حد کو پہنچ جائے کہ ہر دو شادیوں میں سے ایک کا انجام طلاق ہو[ل] ۔ تو یہ اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ امریکہ کو اندر سے گھن لگ چکا ہے

[ل] اس کثرتِ طلاق کی بڑی وجہ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے مرد و زن کا آزادانہ اختلاط ہے اور اسی اختلاط پر اکسانے والی چیز عورتوں کی بے حجابی اور ان کی تزئین ہوتی ہے۔ چنانچہ اس اختلاط کا اثر گھریلو زندگی پر کیا پڑتا ہے اس کا اندازہ آپ اس جواب سے لگا سکتے ہیں کہ جب ایک مغربی سے پوچھا جائے کہ تم شادی کیوں نہیں کرتے یا طلاق میں کیوں جلدی کرتے ہو۔ تو وہ کہتا ہے کہ اگر مجھے بازار سے روزانہ تازہ دودھ مل سکتا ہے تو مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں گائے پالوں۔ اسلام میں اگرچہ طلاق قانوناً جائز امر ہے مگر پھر بھی باوجود مسلمانوں کے اجتماعی اخلاق گر جانے کے طلاقوں کی یہ شرح نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس امر کو مدنظر رکھیئے ۔ کہ لوگوں کی کتنی بڑی تعداد کو فوجی خدمت کے لئے ناکارہ قرار دے کر واپس کیا جا رہا ہے۔" زنانہ اگزیلری کور" کے لئے امیدوار لڑکیوں میں سے ایک تہائی کو صرف دماغی اور اعصابی بیماریوں کی بناء پر واپس کیا گیا اسی طرح پندرہ لاکھ مردوں کو بھی انہی اسباب کی بناء پر واپس کرنا پڑا۔ قتل کی وارداتیں سنہ ۱۹۰۰ء میں ۴، ۳ فی لاکھ تھیں سنہ ۱۹۲۱ء میں یہ ترقی کر کے ۶ فی لاکھ تک پہنچ گئیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ذہنیتیں (Anti social) رجحانات کی راہ پر جا رہی ہیں۔

سنہ ۱۹۲۰ء کے بعد شراب کی وجہ سے دماغی امراض میں ۵۰ فیصدی اضافہ ہو گیا ہے اور یہ بات اب قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ بہت سی عورتوں کی دماغی اور اعصابی بیماری کا اصل سبب ان ذمہ داریوں کے آپڑنے کا خوف ہے جو قدرت نے عورت کی حیثیت سے ان کے سپرد کی ہیں۔"

خاندان کی اس بھیانک زندگی کا نتیجہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ قومی موت ہے چنانچہ یہی مصنف کہتے ہیں امریکہ اپنی گھریلو زندگی میں جس راہ پر جا رہا ہے۔ اُس کو اس نے اگر ترک نہ کیا تو مذہبی اور اخلاقی نقطہ نظر سے الگ سراسر دنیوی نقطۂ نظر سے بھی نہایت ہولناک نتائج سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔[1]

یہ اقتباس اسی قوم کے ایک فرد کی تصنیف سے ہے ۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ کیا مغربی اقوام اپنے عروج کو قائم رکھ سکیں گی۔

اب ہم ان اقوام اور مذاہب کا تذکرہ کریں گے۔ جن میں پردہ رائج تھا۔ اور جنھوں نے پردہ کو عورت کے لئے بے جا ظلم نہ سمجھا۔ بلکہ اسے عورت کی فطرت کے عین مناسب سمجھا۔ اور ساتھ ہی اس شک کا بھی ابطال ہوگا۔ کہ پردہ صنفِ نازک کو قومی ترقی میں مردوں کے دوش بدوش چلنے سے روکتا ہے اور نتیجۃً قوم کے پاؤں بوجھل ہو کر رہ جاتے ہیں۔

عہدِ ابراہیمی میں پردہ

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا زمانہ مسیحؑ کی پیدائش سے قریبًا دو ہزار برس قبل ہے۔ بائبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں عراق ۔ شام اور عرب ممالک میں پردہ رائج تھا۔ یعنی عورتیں اجنبی مردوں سے پردہ کرتی تھیں

---

[1] Communism and the Concience of the West. P. 148

بحوالہ پاکستانی عورت دوراہے پر۔ (از امین احسن اصلاحی)

اپنے قریبی رشتہ داروں اور غلاموں وغیرہ کے سامنے بے حجاب رہتی تھیں۔ گویا ان ایام میں پردہ میں شدت نہ تھی۔ چنانچہ "پیدائش" میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بیوی ربقہ کے برقعہ اوڑھنے کا ذکر ہے۔ لکھا ہے:۔

"اور ربقہ نے نگاہ کی اور اضحاق کو دیکھ کر اونٹ سے اُتر پڑی۔ اور اس نے نوکر سے پوچھا۔ کہ یہ شخص کون ہے جو ہم سے ملنے کو میدان میں چلا آرہا ہے؟ اس نوکر نے کہا۔ یہ میرا آقا ہے۔ تب اس نے برقع لے کر اپنے اوپر ڈال لیا۔"[1]

گھروں میں بھی عورتیں اجنبی مہمانوں کے سامنے بے حجابانہ نہ آتی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب فرشتے انسانی شکل میں آئے تو حضرت سارہ علیہا السلام اس وقت کے رواج کے مطابق ان کے سامنے نہ گئیں۔ پیدائش میں لکھا ہے:۔

"تب اس نے کہا میں پھر موسمِ بہار میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور دیکھو تیری بیوی سارہ کے بیٹا ہوگا۔ اس کے پیچھے ڈیرے کا دروازہ تھا۔ سارہ وہاں سے سُن رہی تھی۔"[2]

یہود میں پردہ

بائیبل کی تعلیمات میں حجاب کے متعلق کوئی حکم موجود نہیں۔ لیکن تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود میں اور خصوصًا عرب کے یہود میں پردہ کا رواج تھا۔ "دی انسائیکلوپیڈیا ببلکا" میں لکھا ہے:۔

"..... نقاب عبرانی عورت کے عام لباس کا ایک حصّہ تھا۔"[3]

عرب یہودیوں کے متعلق خصوصیت سے حجاب کے استعمال کا ذکر آتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"طالمود میں ہم پاتے ہیں کہ صرف عرب کی یہودی عورتیں نقاب پہنتی تھیں۔ ان کے نقاب آنکھوں کے استثناء کے ساتھ سارے چہرے کو ڈھانک لیتے تھے۔"[4]

مذکورہ یہودی عورتوں کی بناوٹ کے متعلق اسی انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے:۔

"عبرانی نقاب اتنے چوڑے ہوتے تھے۔ کہ سر اور کندھوں کو ڈھانپتے ہوئے بعض اوقات قدموں تک پہنچتے تھے۔"[5]

یونان

پُرانی تہذیبوں میں یونان کو امتیازی مقام حاصل ہے زمانہ گذشتہ میں جہاں یہ علم و حکمت کا مرکز تھا۔ وہاں اس کی تہذیب بھی اس دور میں مشعلِ راہ کا کام دے رہی تھی۔ اگر یونانی تہذیب کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو وہ موجودہ مغربی تہذیب سے کسی طرح پیچھے

---

[1] پیدائش باب ۲۴ آیت ۶۴-۶۶۔ [2] پیدائش باب ۱۸ آیت ۱۰-۱۱

[3] انسائیکلوپیڈیا ببلکا صفحہ ۵۲۴۷۔ [4] و [5] ایضاً۔

نظر نہیں آتی ۔ یونان کے اس عروج میں جہاں اور عوامل کا ہاتھ ہے۔ وہاں بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کا عائلی اور معاشرتی نظام فطرت" کی صحیح لائنوں پر استوار تھا۔ ان کے معاشرہ میں مرد اور عورت کے الگ الگ دائرہ ہائے عمل تھے۔ دونوں اپنے فطرتی فرائض سے آگاہ تھے۔ ایک دوسرے کے دائرہ میں گھسنے کی کوشش نہ کرتے تھے اور دونوں صنفوں نے اپنے اوپر ایک دوسرے کے دائرہ اختیار میں داخل ہونے کے لئے بعض پابندیاں عائد کی تھیں۔ عورتوں میں حجاب رائج تھا۔ اختلاط مرد و زن سے ہمیشہ اجتناب کیا جاتا تھا۔ اور جب تک یہ حجاب قائم رہا۔ وہ علم و حکمت میں قائد کی حیثیت سے رہے۔ اور جب ان کے سماج میں بداخلاقی پھوٹی۔ پردہ اٹھ گیا۔ اختلاط کے مواقع کثرت سے میسر آنے لگے۔ ان کی تہذیب زوال پذیر ہوئی اور وہ جلد ہی اپنے قویٰ کو منتشر کر بیٹھے۔

دائرۃ المعارف (محمد فرید وجدی) میں لکھا ہے:۔

"قدیم یونانیوں کی عورتوں میں رواج تھا کہ وہ اپنے چہروں کو چادر کی آنچل یا خاص حجابوں سے ڈھانکتے تھے جو کرس اور امرجوس وغیرہ جزائر میں بنتے تھے یہ حجاب باریک اور خوبصورت بنے ہوتے تھے۔"

ایک عربی مصنف لاروس (ایک فرانسیسی مصنف) کی قاموس (Encyclopeadia) سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"یونانی عورتیں جب باہر نکلتیں تو اپنے چہرے کو چھپانے کے لئے "خمار" کا استعمال کرتیں قرونِ وسطیٰ میں بھی بعض عورتیں اسے استعمال کرتی رہیں بلکہ اس کا رواج تیرھویں صدی تک رہا۔ آہستہ آہستہ عورتوں نے اسے ہلکا اور باریک کرنا شروع کیا حتیٰ کہ اس کی موجودہ صورت یہ ہے کہ بالکل باریک اور ہلکا سا نقاب ہے جو چہرے کو گرد اور مٹی سے بچانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔"

یونان خصوصاً ایتھنز میں عورت اور مرد کے اختلاط کے مواقع بالکل ہی نہ تھے ایک فرانسیسی مصنف اس کے متعلق اپنی کتاب "Shamann antiquite Grecquest Page 583" میں لکھتا ہے:۔

ایتھنز میں لڑکی تقریباً پردہ میں ہی رہتی تھی۔ چنانچہ وہ مردوں سے کم ہی اختلاط کرتی تھی۔ بلکہ لڑکوں سے بھی سوائے دینی جلسوں اور اجتماعات کے علیحدہ ہی رہتی۔ لڑکی کا ولی اس کی شادی کرنے میں جلدی کرتا تھا۔" [1]

لیکن اس کے باوجود حجاب میں شدت نہ تھی لڑکیاں لڑکوں کے ساتھ رقص و موسیقی اور ریاضت میں شامل ہوتیں

---

[1] بحوالہ المرأۃ فی الشرائع والادیان۔

لیکن یہ رخصت صرف قبل از بلوغت حاصل تھی۔ شادی ہونے پر یہاں بھی باقاعدہ پردہ ہوتا تھا۔
دائرۃ المعارف (محمد فرید وجدی) میں لکھا ہے:۔

"اسپارٹا میں لڑکیاں لوگوں کے سامنے کھلے چہرے آتی تھیں لیکن جب شادی کرتیں تو نظروں سے چھپ جاتیں۔

یہ صورت صرف گھروں میں تھی ورنہ بازار میں سبھی کے لئے پردہ لازمی تھا۔ گھروں میں پردہ کی نوعیت گھر سے باہر کے پردے سے مختلف ہوتی۔ یعنی عورتیں گھروں میں صرف سر ڈھانپے رکھتیں۔ اور گھر سے باہر جانے کی صورت میں وہ چہرہ بھی پردے میں شامل کرتی تھیں۔ لکھا ہے۔

"آثار اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ عورتیں اپنے سر تو ڈھانک لیتیں مگر اپنے چہرے کھلے رکھتیں۔ لیکن جب بازار کی طرف نکلتیں تو ان کے لئے خواہ وہ کنواری ہوں یا شادی شدہ حجاب واجب تھا۔"

غالباً پردے کی یہی شدت تھی جس کی وجہ سے یونان میں تعلیم و تربیت کے لئے صرف لونڈیاں مخصوص تھیں[1]
یہی صورت بنی عباس کے دور میں تاریخ نے پھر دہرائی۔ اس دور میں بھی علم و ہنر میں کنیزیں ہی پیش پیش تھیں اور شرفا کی عورتیں محض حرم کی زینت تھیں۔ جس کی وجہ پردے کی شدت کے سوا اور کوئی نہیں تھی۔
عام شرفاء اپنے گھروں میں اپنی لڑکیوں کو خاوند کی خدمت اور خاموشی کی تربیت دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایتھنز میں لڑکیوں کے سکول نہیں پائے جاتے۔ امیر گھرانوں کی لڑکیاں گھروں میں ہی لکھنا پڑھنا سیکھتی تھیں۔ اور غرباء کی لڑکیاں اپنی جاہل ماؤں سے ہی تھوڑی سی دینی تعلیم حاصل کر سکتی تھیں[2]

فینقیہ

فینقی عورتیں سُرخ رنگ کا حجاب استعمال کرتی تھیں۔۔۔۔۔ یہاں تک روایت کی جاتی ہے۔ کہ ایک جزیرہ کے بادشاہ عولیس کی ملکہ نیلوب حجاب میں باہر آتی تھی۔ اور شہرِ "شیبا" کی عورتیں خاص حجاب استعمال کرتی تھیں۔ یہ منہ پر ایک پردہ ہوتا تھا جس میں آنکھوں کے سامنے دیکھنے کے لئے دو سوراخ ہوتے تھے۔[3]

ایشیائے کوچک

ایشیائے کوچک کے ممالک میں بھی رُوم اور یونان کی تہذیب کا گہرا اثر تھا وہاں بھی پردہ موجود تھا۔ دائرۃ المعارف میں لکھا ہے:۔

---

[1] بحوالہ المرأۃ فی الشرائع۔ P.A. Rosler La question Feminist. 162

[2] Shamann Antiquite Grecquest 583.

[3] دائرۃ المعارف جلد ۳ (محمد فرید وجدی)

سیبلٹریا۔ ایشیائے کوچک۔ میڈ۔ فارس اور عرب کی عورتوں میں بھی حجاب موجود تھا۔[1]

رُومی تہذیب اور پردہ

یونان کے بعد رومی تہذیب اٹھی۔ اور ایک طویل عرصہ تک دنیا میں قائم رہی بلکہ اپنے دیرپا اثرات کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئی۔ روم کی تہذیب میں عورت پر مختلف ادوار گذرے ہیں۔ ایک زمانہ وہ بھی تھا۔ جب روم میں عورت کی عزت تھی۔ قوم نہایت اعلیٰ اور بلند اخلاق سے متصف تھی۔ اور ٹھیک اسی زمانہ میں روم میں بھی پردہ رائج تھا حتیٰ کہ پردہ میں انتہائی شدت تھی۔

دائرۃ المعارف میں لکھا ہے:۔

رُوم کی عورتیں حجاب میں اس قدر غالی تھیں۔ کہ کوئی عورت گھر سے بغیر پردہ کے نہ نکلتی تھی اس نے اپنی چادر کے زائد حصے سے اپنا منہ چھپایا ہوتا تھا۔ اس کے اوپر ایک لمبی چادر ہوتی تھی جو ٹخنوں کو چھوتی تھی اور اس کے اوپر ایک اور چادر ہوتی جس کی وجہ سے اس کے کھڑے ہونے کی حالت بھی پوری نظر نہ آتی تھی۔[2]

عورتوں کے سپرد گھر کا کام کاج تھا اور مرد گھر سے باہر کے اعمال کے ذمہ دار تھے۔

"رومیوں کی عورتیں گھروں میں کام کرتی تھیں اور ان کے خاوند اور باپ لڑائیوں میں شرکت کرتے تھے گھر کے کام کاج کے علاوہ عورت کا سب سے اہم کام سوت کاتنا تھا۔"[3]

رُوم کی تباہی کا باعث

آہستہ آہستہ جب رومی سیاست میں آگے بڑھے فتوحات ہوئیں۔ غیر ممالک میں آبادیاں قائم ہوئیں۔ مفتوحہ ممالک کی دولت و ثروت روم میں جمع ہوگئی۔ تو قوم عریانی اور بے حجابی کے سیلاب میں ایسی بہہ گئی۔ کہ اب اس کا نام صرف تاریخ کے اوراق میں ہی ملتا ہے۔ رومی تہذیب کی تباہی کا باعث اس کی تہذیب میں بے حجابی عریانی تبرج اور زینت ہوئی۔ یہ صرف میرا ہی خیال نہیں بلکہ اس وقت کے حالات کو دیکھنے والی دُور بین نظروں نے بھی اس قوم کے زوال کا سبب اسی مرض کو قرار دیا۔ اور موجودہ زمانے میں رومی تہذیب پر فخر کرنے والے بھی اس کے زوال کا باعث ان کی اس غلطی کو سمجھتے ہیں۔

جب روم تباہی کی اس آگ میں جل رہا تھا۔ تو اس حالت کو دیکھ کر ایک مشہور مصلح کاٹون (۲۰۰ ق م) نے اپنی قوم کو توجہ دلائی۔ مگر بے سود۔ مشہور فرانسیسی مصنف لاروس اپنی انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے:۔

"جب رومیوں میں اس قانون کے خلاف جوش پیدا ہوا جس کی رو سے عورتوں کو زینت و آرائش کے ساتھ باہر نکلنا منع تھا۔ تو مشہور فلاسفر کاٹون (۲۰۰ ق م) نے اُٹھ کر کہا

---

[1] [2] دائرۃ المعارف جلد سوم للفرید وجدی۔ [3] لاروس بحوالہ تحریر المرأۃ والسفور محمد فخری۔

اے رومیو! کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ امر تمہارے لئے آسان ہوگا۔ کہ تم عورتوں کے ان بند ھنوں کو توڑ کر ان کی وجہ سے وہ مطیع اور فرمانبردار ہیں انہیں خوش کر سکو گے کیا باوجود ان قیود کے ہمارے لئے ان کے واجبات اور ضروریات پورا کرنا مشکل نہیں تو جب وہ ہمارے مساوی ہوں گی تو پھر تمہیں کتنی مشکلات پیش آئیں گی؟"

کاٹون کے اس بیان پر لاردوس تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"کاٹون اس قانون کو جاری رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ البتہ بعد میں اس کے اندیشے درست ثابت ہوئے۔ اور آج ہماری اجتماعی زندگی میں جبکہ عورت نے حد سے زیادہ آزادی حاصل کر لی ہے ہم ان کی بدذوقی اور ان کا ہر وقت تزئین و آرائش کی طرف میلان دیکھتے ہیں اور یہ حالت روم کی اس حالت سے کہیں خطرناک ہے۔

جمہوریت کے اوائل ایام میں تو عورت گھر کی ملازمہ ہوتی تھی اور گھر میں بیٹھی اُون کاتا کرتی تھی۔ مگر تزئین و آرائش اور نام نہاد آزادی آہستہ آہستہ اس قدر بڑھ گئی۔ کہ کاٹون کو اس خطرے کا اندازہ کرنا پڑا۔ جو عنقریب بھڑکنے والا تھا۔"[1]

کاٹون اور لاروس کا روم کے بدلتے ہوئے حالات پر تبصرہ اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ ان کی تباہی کا باعث ان کی بداخلاقی ہوئی اور ان کی اس اخلاقی بے راہ روی کا اصل سبب پردے کو چھوڑنا تھا۔

حیرانی کی بات ہے کہ موجودہ زمانے میں رومی تہذیب کی علمبردار مغربی اقوام مسلمانوں کے تنزل کا سبب حجاب کو قرار دیتے ہیں اور اپنی تاریخ پر نظر نہیں ڈالتے کہ جب تک رومی قوم میں پردہ موجود رہا۔ وہ ہر فن میں صاحب کمال تھے۔ Encyclopaedia of the 19th century کا مصنف لکھتا ہے:۔

اس وقت کی رومن عورتیں پردہ کی سخت پابند تھیں۔ ان کا دستور تھا کہ گھر کی چار دیواری چھوڑتے وقت ایک کثیف اور موٹے نقاب سے چہرہ چھپا کر اس کے اوپر ایک موٹی اور لمبی چادر اوڑھ لیتیں۔ جو ایڑیوں تک لٹکتی تھی۔ اس کے علاوہ ان کی زندگی منزلی دائرہ میں محدود تھی۔ ان کا تمام تر دستور العمل خانگی معاملات پر مشتمل تھا باایں ہمہ اس قوم نے ہر فن اور جملہ کمالاتِ تمدن میں بے نظیر ترقیات حاصل کیں۔ بُت تراشی، تعمیر، فتوحاتِ ملکی امور سلطنت، وہ ملا الغرض حکومتی قومی عزت و عظمت اور علم و

---

[1] بحوالہ تحریر المرأۃ وستور ہا محمد فخری لاروس کی انسائیکلوپیڈیا۔

ہنر میں ساری دُنیا کی جملہ اقوام رومانیوں کے مقابلہ میں ہیچ ہو کر رہ گئیں"۔

اور جب اس قوم نے اس بابرکت چیز کو چھوڑ دیا۔ تو تباہ و برباد ہو گئے۔ یعنی مسلمانوں کے زوال کا حجاب سے کوئی تعلق نہیں۔ اوّل تو اسلام نے جو احکامات دیئے ہیں آج ان پر کتنے فیصدی مسلمان عمل پیرا ہیں؟ شاید جزو بھی نہیں۔ کیونکہ جو مسلمان پردہ کرتے ہیں۔ وہ رسمی اور ملکی پردے ہیں اس لئے ایسی چیز جس پر دُنیا کے کسی حصے میں عمل ہی نہیں ہو رہا۔ کسی قوم کے زوال کا باعث کیسے بن سکتی ہے اس کے مقابل پر جب مسلمانوں میں صحیح پردہ رائج تھا۔ اس وقت بھی وہ ان کی غیر معمولی اور حیران کن ترقی میں روک نہ بن سکا۔ تو اب کیسے بنے گا؟

عیسائیت اور پردہ

عیسائیت کے موجودہ علمبردار اسلام کی معاشرت پر آج تک سب سے بڑا اعتراض یہ کرتے چلے آئے ہیں۔ کہ اسلام نے اپنے معاشرے میں عورت کے بارہ میں پردہ کے احکامات جاری کرکے اسے سخت مظلوم بنایا ہے اس کے مقابل پر وہ عیسائیت کو عورت ذات کے لئے ہمدرد ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ انجیل اور رسولوں کے خطوط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح اور ان کے حواری اور بعد کے رسول سبھی اس امر کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ عورت کے لئے مزین و مرصّع ہو کر زینتِ بازار بننا مخرب الاخلاق ہے اس لئے جہاں ان کی تعلیمات میں عورت کو زینت سے سختی سے روکا گیا ہے وہاں عورت کے لئے سر کا پردہ لازمی رکھا ہے۔ (اور اسے صرف عبادت کے اوقات میں ہی محدود رکھا گیا ہے)

اسلام میں بھی پردے کا مفہوم اس سے زیادہ نہیں کہ عورت اپنی ہر اس زینت کو مردوں سے چھپائے جو قدرت نے اُسے دی ہے اور مصنوعی تزئین و آرائش کی جہاں نسوانیت کا لحاظ رکھتے ہوئے اجازت دی ہے وہاں اس کی نمائش سے سختی سے روکا ہے۔ اسلام اور عیسائیت کے پردے میں اگر کسی امر کا اختلاف ہے تو وہ اس کا بنیادی نظریہ ہے۔ اسلام عورتوں کو پردے کا حکم دیتا ہے اور اس کا مقصد صرف اور صرف عورت کی عزت اور عفت کو محفوظ رکھنا ہے اس کے باقی حقوق کو نمایاں کر کے ان کی حفاظت مقصود ہے قرآن کریم میں جہاں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو خصوصًا تبرج جاہلیت اور زیب و زینت سے روکا ہے وہاں فرمایا ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔

جہاں مومنوں کو حکم دیا کہ تم ازواج مطہرات سے من وراء حجاب رہ کر اپنی ضروریات پوری کیا کرو۔ وہاں اس کا فائدہ ذٰلک اطھر لقلوبکم فرمایا ہے۔ غض بصر اور اخفاء زینت کا حکم ذٰلک ازکٰی لھم کے فلسفہ کے ماتحت دیا ہے۔ اور گھروں سے باہر کے لئے مومن عورت کے پردے کا حکم دے کر فرمایا ہے۔ ذٰلک ادنٰی ان یعرفن فلا یوذین گویا قرآن کریم میں جہاں بھی پردے

کا حکم ہے وہاں اسے محض اس کی افادی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

اس کے مقابل پر عیسائیت میں بھی ایک حد تک پردے کا حکم ہے، مگر وہاں پردے کو عورت کی ثانوی حیثیت کے اظہار کے لئے اور عورت کو مرد کی خادمہ ہونے کی علامت قرار دیا ہے شاید یہی وجہ ہے کہ عورت نے اس امر سے بغاوت کی چنانچہ پولوس کرنتھیوں کے نام خط میں لکھتا ہے :۔

"پس میں تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہر مرد کا سر مسیح اور عورت کا سر مرد اور مسیح کا سر خدا ہے جو مرد سر ڈھکے ہوئے دعا یا نبوت کرتا ہے وہ اپنے سر کو بے حرمت کرتا ہے کیونکہ وہ سر منڈی کے برابر ہے۔ اگر عورت اوڑھنی نہ اوڑھے تو بال بھی کٹائے اگر عورت کا بال کٹانا یا سر منڈانا شرم کی بات ہے تو اوڑھنی اوڑھے البتہ مرد کو اپنا سر ڈھانکنا نہ چاہیئے۔ کیونکہ وہ خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے مگر عورت مرد کا جلال ہے اس لئے کہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے اور مرد عورت کے لئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی پس فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہیئے کہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے .... تم آپ ہی انصاف کرو کیا عورت کا بے سر ڈھکے خدا سے دعا کرنا مناسب ہے کیا تم کو طبعی طور پر بھی معلوم نہیں کہ اگر مرد لمبے بال رکھے تو اس کی بے حرمتی ہے اور اگر عورت کے لمبے بال ہوں تو اس کی زینت ہے کیونکہ بال اسے پردہ کے لئے دیئے گئے ہیں۔"[1]

دوسرے ایک خط میں جہاں عورت کو زینت اور آرائش سے منع کیا ہے وہاں بھی اس کی وجہ مرد کے مقابلے میں اس کی ثانوی حیثیت قرار دی ہے۔ پولوس تیمیتھیس کی طرف خط میں لکھتا ہے۔

"پس میں چاہتا ہوں کہ مرد ہر جگہ بغیر غصہ اور تکرار کے پاک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا کیا کریں اسی طرح عورتیں حیادار لباس سے شرم اور پرہیزگاری کے ساتھ اپنے آپ کو سنواریں نہ کہ بال گوندھنے اور سونے اور موتیوں اور قیمتی پوشاک سے بلکہ نیک کاموں سے جیسا خدا پرستی کا اقرار کرنے والی عورتوں کو مناسب ہے عورت کو چپ چاپ کمال تابعداری سے سیکھنا چاہیئے۔ اور میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چپ چاپ رہے کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا اس کے بعد حوا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی۔"[2]

اس خط میں جہاں عورت کی اصل خوبصورتی اس کی شرم اور پرہیزگاری کو قرار دیا ہے جو اسلامی تعلیمات کے

---

[1] کرنتھیوں ۱۱ : ۲-۱۶ ؛ [2] تیمیتھیس باب ۲ آیت ۸-۱۴

عین مطابق ہے وہاں آگے چل کر عورت کو پھر ابدی گناہ گار ہونے کی طرف توجہ دلاتی ہے۔

اسلام میں حجاب کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ عورت اپنی فطری اور غیر فطری زینتوں کی نمائش نہ کرے کیونکہ کمزور انسان ہر وقت ٹھوکر کھا سکتا ہے۔ اس لئے ایسے مواقع حتی الامکان کم از کم پیش آنے چاہئیں جو انسان کی ہلاکت کا باعث ہوں بلکہ اسے چاہیئے کہ وہ تزئین و آرائش حسن میں کم از کم حصہ لے کیونکہ انسان کی زندگی کا اصل مقصد زیب و زینت نہیں بلکہ خدا کو پانا ہے۔

"اور تمہارا سنگار ظاہری نہ ہو یعنی سر گوندھنا اور سونے کے زیور اور طرح طرح کے کپڑے پہننا۔ بلکہ تمہاری باطنی اور پوشیدہ انسانیت علم اور مزاج کی غربت کی غیر فانی آرائش سے آراستہ رہے کیونکہ خدا کے نزدیک اس کی بڑی قدر ہے۔" ؎۱

پولوس بھی تیمتھیس کے نام خط میں جہاں بیوہ اور عمر رسیدہ عورتوں کے حقوق کے متعلق نصیحت کرتا ہے وہاں ایسی بیوہ جو عیش و عشرت میں مشغول ہو جائے کے متعلق لکھتا ہے "وہ جیتے جی مر گئی"۔ ؎۲

اسلام میں جہاں ازواج مطہرات اور ان کی متابعت میں مسلمان عورتوں کے لئے فلا تخضعن بالقول کا ارشاد ہے وہاں اس کا فائدہ یہ بیان کیا ہے فیطمع الذی فی قلبہ مرض کہ عورت کا نرمی سے کلام کرنا بعض دفعہ کمزور اخلاق والے شخص کو ٹھوکر لگا دیتا ہے

پولوس رسول بھی کرنتھیوں کے نام خط میں عورتوں کو ایسا ہی حکم دیتا ہے اور اس کا فائدہ ذکر کرنے کی بجائے اسے عورت کی حیثیت (مرد کے مقابلہ میں) کی وجہ سے قرار دیتا ہے اور عورت ذات کو ایک حکم کا فائدہ سمجھانے کی بجائے اسے ایک حکم زبردستی دیتا ہے۔

"عورتیں کلیسا کے مجمع میں خاموش رہیں کیونکہ انہیں بولنے کا حکم نہیں بلکہ تابع رہیں جیسا توریت میں بھی لکھا ہے اگر کچھ سیکھنا چاہیں تو گھر میں اپنے اپنے شوہر سے پوچھیں کیونکہ عورت کا کلیسا کے مجمع میں بولنا شرم کی بات ہے کیا خدا کا کلام تم میں سے نکلا یا صرف تم ہی تک پہنچا ہے"۔ ؎۳

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مسیحیت کی ابتدائی صدیوں میں عیسائیت کا تیار کردہ معاشرہ ان احکام پر کسی حد تک عمل کرتا رہا اور اس کے لازمی نتیجے کے طور پر عورت اپنی عزت کو محفوظ رکھ سکی مگر عورت نے آہستہ آہستہ کلیسا کی دی ہوئی تعلیمات سے فائدہ اٹھا کر حد سے زیادہ آزادی حاصل کر لی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورت جلد ہی قعر مذلت میں گر گئی اور بقول مادام وفریل ؎۴

؎۱ اپطرس باب ۳ آیت ۳-۵ ؎۲ اتیمتھیس باب ۵ آیت ۶

؎۳ اکرنتھیوں باب ۱۴ آیت ۳۴ ؎۴ المرأۃ فی الادیان والشرائع۔

عورت ان کی نظر میں تعیش اور لذت کا آلہ بن گئی ان کے نزدیک عورت فطرتاً ناپاک اور شیطان تھی اور یہ خیال اس حد تک آگے بڑھا کہ ۵۸۶ء میں روم میں ایک بحث اس موضوع پر ہوئی کہ آیا عورت میں روح انسانی ہوتی ہے ؟ اور فیصلہ یہ ہوا کہ عورت ذات انسانیت سے جدا کوئی جنس ہے اور غالباً انہی افکار کا ردعمل یورپ میں عورت کی موجودہ نام نہاد آزادی کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔
مختصراً ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ عیسائیت کے بانیوں نے اس امر کو تو محسوس کر لیا کہ عورت آرائش و جمال کا پیکر بن کر مرد کو صراطِ مستقیم سے ہٹا سکتی ہے۔ اس لئے اسے حجاب میں رہنا چاہیئے مگر وہ عورت کو قائل کرنے کے لئے اس حجاب میں لازمی فوائد بیان نہ کر سکے اور مجبوراً انہوں نے بائیبل کی تعلیمات کا سہارا لیتے ہوئے عورت کے غیر معصوم اور تابع ہونے کو پردے کی وجہ قرار دیا۔ مگر چونکہ یہ ایک نامعقول وجہ تھی اس لئے عیسائیت کی تعلیمات سے عورت متاثر نہ ہو سکی اور اس نے حجاب سے بغاوت کی۔ یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ عیسائیت میں حجاب اور اخفاء زینت کا اصل حکم صرف کلیسا کی حدود کے لئے ہے۔ اور عورت کے لئے یہ امر صرف عبادت کے دوران میں ضروری قرار دیا ہے لیکن اسلام میں اس حکم کی وسعت میں عورت کی ساری زندگی آجاتی ہے کیونکہ اگر ایک امر ہمیں قطعی طور پر فائدہ دے سکتا ہے تو ہمیں اس سے زندگی کے ہر شعبے میں وارد کرنا چاہیئے۔

کنفیوشس کی شریعت میں پردہ

مغرب کی چیدہ چیدہ تہذیبوں اور مذاہب کے متعلق یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ ان میں کسی نہ کسی وقت میں پردہ رائج رہا۔ اور ٹھیک ان کا وہی زمانہ عروج کا تھا۔ اب مشرق کی ایک قدیم تہذیب چین کو لیتے ہیں ان کا زمانہ (۵۵۱ تا ۴۷۹ ق م) ہے ان کی تعلیمات میں بھی عورت کے لئے پردہ لازمی قرار دیا گیا ہے۔
کنفیوشس نے قریباً قریباً عیسائی تعلیمات کے مشابہ تعلیم دی ہے اس کے نزدیک چونکہ عورت مرد کی تابع ہے۔ اس لئے اس کا گھر میں رہنا اس پر لازم ہے۔
مرد و زن کے حقوق کی تعیین کے متعلق کنفیوشس کہتا ہے :۔

" مرد کا کام ہے کہ وہ حکم دے اور عورت پر فرض ہے کہ وہ اس کی اطاعت کرے اور یہ دونوں آپس میں اسی طرح تعاون کریں جس طرح زمین و آسمان "کون" کی حفاظت کرتے ہیں۔" [1]

اس لئے کنفیوشس عورت کو حکم دیتا ہے :۔

" عورت کے لئے امر و نہی جائز نہیں۔ اس کا کام صرف گھر کی چار دیواری میں محدود ہے اس کے لئے گھر میں ہی چھپے رہنا ضروری ہے تاکہ اس کا خیر اور اس کا شر دونوں گھر کے دروازے سے باہر نہ آئیں۔

---

[1] بحوالہ المرأۃ فی الادیان والشرائع۔

اس تعلیم کے نتیجہ میں چین میں پردہ ہوتا تھا۔ چینی عورت خواہ شادی شدہ ہو یا کنواری۔ اور خصوصاً ممتاز طبقوں کی عورتیں ہمیشہ علیحدہ رہتی تھیں۔ حتیٰ کہ لڑکی بچپن سے ہی اپنے رشتہ داروں سے علیحدہ رہتی تھی۔ عام عورتیں اپنے گھروں سے نہیں نکلتی تھیں۔ اور نہ ہی کسی غیر مرد کے سامنے آتی تھیں۔[1]

بلکہ مکانات میں اختلاط مردوزن سے بچنے کے لئے علیحدہ حرم خانے بنائے جاتے تھے۔[2]

عرب جاہلیت میں پردہ

عرب جاہلیت کی ساری تاریخ اس کے اشعار میں محفوظ ہے اسی لئے کہتے ہیں الشعر دیوان العرب۔ اشعار جاہلیت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں خصوصاً شرفاء کی عورتیں پردہ کرتی تھیں اور وہ اس پر شدت سے قائم رہتیں۔ لونڈیوں اور مفتوح اقوام کو بے پردہ رکھا جاتا۔ اس باب میں سب سے زیادہ اہمیت عرب کو حاصل ہے کیونکہ اسلام بیشک عالمگیر تعلیم لے کر آیا ہے مگر عرب چونکہ اسلام کی نشوونما کے لئے ماں کی گود کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اسلام نے عرب جاہلیت کی معاشرت کے قابل تعریف پہلوؤں کو اپنے اندر سمو لیا۔

آج ایک غیر مسلم یہ اعتراض آسانی سے کر دیتا ہے کہ اسلام میں پردے کا وجود عورت کے ساتھ ظلم ہے اسے معاشرہ میں ایک قابل نفرت چیز سمجھ کر چھپایا گیا ہے۔ حالانکہ اگر یہی معترض عرب کے تمدن کا مطالعہ کرتا تو اسے ہرگز یہ اعتراض نہ سوجھتا۔ عرب جاہلیت کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں خصوصاً بنی اسماعیلی عربوں کے شریف خاندانوں میں پردہ کا رواج تھا۔ اور ان کی عورتیں اس پر شدت سے قائم تھیں۔ لونڈیوں اور مفتوح قوم کی عورتوں سے پردہ کا زبردستی اتارا جانا۔ اس امر کا ثبوت ہے کہ پردہ شرافت اور حریت کی علامت تھا۔ گویا اسلام نے عورت کو حجاب کا حکم دے کر اسے شہریت کے حقوق دیئے جو عرب کی معاشرت میں صرف شریف گھرانوں کو حاصل تھے۔ اس طرح اسلام نے عورت پر ایک بہت بڑا احسان کیا نہ کہ ظلم۔

الشعر دیوان العرب کے مقولہ کے مطابق ہمیں دیوان جاہلیت میں سینکڑوں ایسے اشعار اس ثبوت کے طور پر ملتے ہیں کہ عرب کے شریف گھرانوں میں پردہ کا رواج تھا۔

الربیع بن زیاد العبسی مالک بن زہیر کے مرثیہ میں کہتا ہے۔

من کان مسروراً بمقتل مالكٍ   فليأتِ نسوتنا بوجهِ عقارِ
يجد النساء حواسراً يندبنه   يلطمن اوجههن بالاسحار
قد كن يخفين الوجوه تستراً   فاليوم حين برزن للانظار

---

[1] بحوالہ المرأۃ فی الادیان والشرائع صفحہ ۲۱۔ [2] بحوالہ کتاب محمد جمیل بہیم Mazarella, Loc, cit